TITLE:- URDU AFSANE PAR ROMANAVI TAHREEK KE ASARAT

اردو افسانے پر رومانوی تحریک کے اثرات

Prof. Aslam Nomani
Department of Urdu
Dr. Babasaheb Ambedkar College
At.Post Mahad. Dist. Raigad. Pin Code. 402301
Maharshtra

Abstract = " رومان زندگی کا لازمہ ہے جس کو فن اورادب نے مختلف مفاہیم میں استعمال کیا ہے۔ زندگی اور معاملات زندگی کو دیکھنے اور پرکھنے کے بہت سے معیارہیں اور رومانیت بھی ان میں ایک پیمانہ ہے۔ ادب و فن میں رومانیت کا لفظ بہت سے مفاہیم میں استعمال ہوا ہے۔ اس کی کوئی ایک تعریف نہیں ہے۔ بلکہ اسے بہت سے پہلوؤں سے سمجھنے کی ضرورت ہے۔ کیوں کہ اس لفظ کے ساتھ بہت سے خیالات و تصورات اور احساسات مجتمع نظر آتے ہیں۔ عشقیہ جذبات کی حامِل تحریروں سے لے کر مافوق الفطرت عناصر کے سحر انگیز بیان تک ان گنت کیفیتیں اور تخیلاتی و جذباتی صورتیں ہیں جو رومانیت کے مفہوم کو اجاگر کرتی ہیں"۔

رومانیت درحقیقت ایک تخیلاتی انداز نظر ہے جس نے ادب تاریخ اور فلسفہ کو بھی بہت متاثر کیا ہے۔ یہ احساس کے بانکپن اور تخیل کی لطافت کی وہ لہر ہے جو کبھی کبھی جذباتیت اور مبالغہ آرائی کی حدوں کو بھی چھو لیتی ہے۔ رومانیت درحقیقت ذہن کی مہم جوئی، لطافت کاری، ماضی پرستی، الوہی بے قراری، ایجاد خواہی اور روایت شکنی کے مشترکہ اجتماع کا نام ہے۔ تاریخ ادب کی ورق گردانی سے پتہ چلتا ہے کہ رومانیت بنیادی طور پر انفرادی ردعمل کا رویہ ہے۔ مروج قوانین و ضوابط کے خلاف رومانیوں نے شدید احتجاجی طرز عمل اختیار کیا۔ اس لیے اس جذبے کو محض ذہنی کج روی یا انا پرستی قرار نہیں دیا جا سکتا بلکہ اس رجحان کو پورے تاریخی پس منظر میں دیکھا جائے تو پتہ چلتا ہے کہ رومانیوں نے ہمیشہ ادب میں نئی روایت کو جنم دیا ہے۔

اردو ادب میں رومانی تحریک کی روایت ایک مخصوص زاویہ نظر کے طور پر ہر دور میں موجود رہی۔ اگر ہم اس کے پس منظر کا جائزہ لیں تو ہم بڑی آسانی سے اس حقیقت تک پہنچ جاتے ہیں کہ رومانیت ایک اندازِ نظر اور طرزِ احساس کی صورت میں ہماری قدیم داستانوں اور منظوم قصّوں میں اپنی پوری آب و تاب کے ساتھ جلوہ گر رہی ہے۔ قصّہ گوئی کے دور سے لے کر داستانوں کی باضابطہ تخلیقات تک رومانیت کے تمام تر عناصر اپنی جملہ خصوصیات کے ساتھ ہمارے ادب کا حصّہ رہے ہیں۔

اردو ادب میں افسانہ، غزل کے بعد سب سے زیادہ مقبول ترین صنفِ ہے۔ افسانہ لکھنا بظاہر آسان معلوم ہوتا ہے لیکن اچھا اور کامیاب افسانہ لکھنا اتنا ہی مشکل ہے۔ ناول کی طرح مختصر افسانہ بھی مغربی ادب کی دین ہے بلکہ یہ کہنا بجا ہوگا کہ یہ صنف انگریزی کے زیر اثر اردو اد ب میں آئی ۔ انگریزی کے علاوہ دوسری زبانوں کے بطور خاص روسی اور فرانسیسی افسانوں نے بھی اردو کے افسانہ نگاروں کو متاثر کیا۔ لیکن حق تو یہ ہے کہ افسانے انگریزی ترجموں کے وسیلے سے ہی اردو میں آئے۔ اردو افسانہ ناول کے دوش بہ دوش ارتقائی منزل طے کرتا رہا۔ مختصر افسانے سے پہلے اردو میں داستان، ناول، تمثیلی قصّے اورطویل افسانے لکھے جاتے تھے لیکن ملک کے بدلتے حالات، بیرونی ممالک سے آنے والے نئے خیالات اور ادب کے نئے تقاضوں نے مختصر افسانے کے لیے راہیں ہموار کیں۔ زمانہ جب جب اپنا رخ موڑتا ہے اد ب بھی اس کے ساتھ ساتھ کروٹ لیتا ہے۔ اسی کے ساتھ زندگی کی الجھنیں اور کشمکش تیز سے تیز تر ہوتی گئیں اور انسان کے لیے فرصت اور فراغت کے اوقات میں کمی ہوتی گئی۔ ایسے حالات میں ایک ایسی صنف ادب کی ضرورت شدّت سے محسوس ہوئی جو کم سے کم وقت میں پڑھنے والوں کو مُسرّت اور تسکین عطا کر سکے اور زندگی کے مقاصد کی تبلیغ و اشاعت میں مدد گار ہو سکے۔ اس طرح مختصر افسانہ نگاری کا رواج ہوا۔

افسانوی ادب میں مختصر افسانہ ایک حقیقت پسند صنف ہے۔ انسانی زندگی کو خوب سے خوب تر بنانے کی غرض سے فطرت کی طاقتوں سے کشمکش اس کا موضوع ہے۔ دوسری حقیقت پسند اصناف کی طرح اس میں بھی سماجی مسائل کی عکاسی اور افرادکی ذہنی اور جذباتی الجھنوں کی ترجمانی ہوتی ہے۔

اردو میں مختصر افسانہ نگاری کا آغاز بیسویں صدی کے اوائل میں ہوا۔ مختصر افسانے کے فروغ میں مخزن، زمانہ اور ادیب جیسے ادبی رسائل کا بہت اہم رول رہا ہے۔ منشی پریم چند، سجاد حیدر یلدرم اور سلطان حیدرجوش وغیرہ نے مختصر افسانے

کے اوّلین نمونے انہیں رسائل میں پیش کیے۔ پریم چندنے نہ صرف ہندستان کی بدلتی ہوئی سماجی و سیاسی زندگی اور وطن پرستانہ جذبات کی ترجمانی اپنے افسانوں میں کی بلکہ حقیقت نگاری اور واقعیت پسندی کے فن سے سبھی افسانے کو روشناس کرایا۔ پریم چند کے علاوہ سلطان حیدر جوش، سدرشن، علی عباس حسینی اور اعظم کریوی وغیرہ نے بھی پریم چند کی ڈگر کو اپنایا۔

اس دور میں جہاں ایک طرف پریم چند اور ان کے مقلدین نے اپنے افسانوں میں حقیقت نگاری اور واقعیت پسندی کے رجحانات کو جگہ دیا وہیں دوسری طرف افسانہ نگاروں کا ایک ایسا گروہ بھی منظر عام پر آیا جس کا نقطۂ نظر خالص فنّی اور جمالیاتی ہے۔ اس گروہ کی رہنمائی سجّاد حیدر یلدرم نے کی۔ یلدرم کا رجحان زندگی کی رومانی اور جذباتی ترجمانی کا رجحان ہے۔ ان کے افسانوں میں حقیقت سے زیادہ تخیل کی کارفرمائی ہے۔ حقیقت نگاری، مقصدیت اور اصلاحی موضوعات سے قطع نظر یلدرم نے رومانیت کو اپنا خاص موضوع بنایا اور اپنے افسانوں میں خوبصورتی سے اسے پیش کیا۔ ان کے افسانوں کی فضا رومانی تصورات اور لطیف جذبات سے بوجھل ہے۔ اگر یہ فرد کے جذباتی رشتوں مثلاً عشق و محبت یا اس کے سماجی رشتوں کے بارے میں ان کا جو نقطۂ نظر ہے اس میں بدلتی ہوئی زندگی اور زمانے کے لیے نئے تقاضوں کا احساس جھلکتا ہے۔ وہ انسانی جذبات کو جاگیر دارانہ سماج، قدامت پسندانہ رسم و رواج اور فرسودہ اخلاقی بندھنوں سے آزاد دیکھنا چاہتے ہیں۔ ان کے افسانوں میں فنّی حسن کا ایک نیا انداز ملتا ہے۔

اردو ادب میں لطیف ادبی رجحانات اور شدید جذبات و میلانات کو رواج دینے میں سجاد حیدر یلدرم کے ساتھ ساتھ ان کے معاصرین تاریخی اہمیت رکھتے ہیں۔ ان لوگوں نے پہلی مرتبہ ادب کے لہجے میں ملاحت پیدا کی اور زندگی کی لطافتوں کا احساس دلایا جو کائنات میں چاروں طرف بکھری ہوئی ہیں۔ سجّاد حیدر یلدرم کے ہم عصر اردو اور ہندی کے سب سے بڑے اور قابلِ قدر افسانہ نگار پریم چند ہیں۔ وہ افسانہ نگار کی بنیاد ڈالنے والے ہی نہیں بلکہ ناول نگار کی حیثیت سے بھی ان کا مقام و مرتبہ بلند ہے۔ پریم چند کے ابتدائی افسانوں پر داستانوں کا خاص اثر مرتب ہوا ہے۔ واضح رہے کہ اردو میں ناول اور افسانے سے قبل داستان خوانی اور داستان نگاری کی مستحکم روایت تھی۔ اس لیے جب افسانہ ایک صنفِ ادب کی حیثیت سے منظر عام پر آیا تو اس نے شعوری اور غیر شعوری طور پر اس کے اثرات کو قبول کیا۔ پریم چند نے زندگی کے ایک بے حد اہم مسئلے کو اپنے ابتدائی افسانے کا موضوع بنایا۔ ان کی کہانیوں کی ساری فضا داستانوں کی تخیلی اور شاعرانہ فضا سے مستعار ہے۔ غرض اردو افسانے کے ابتدائی دور میں پریم چند نے اسے صحیح سَمت و رفتار عطا کر کے حقیقت پسندی اور حقیقت نگاری کی طرف گامزن کیا۔ سجاد حیدر یلدرم اور پریم چند کے ہم عصر افسانہ نگاروں میں سلطان حیدر جوش کا نام غیر معمولی اہمیت کا حامل ہے۔ جوش فکری اعتبار سے بڑی حد تک اصلاحی نقطۂ نظر کے حامل اور روایت پسند افسانہ نگار کہے جا سکتے ہیں۔مگر انداز بیان اور طرزِ تحریر کے لحاظ سے انہیں رومانوی افسانہ نگاروں کے زمرے میں رکھا جا سکتا ہے۔ ان کے افسانوں کا اہم مقصد ملک کے لوگوں کو مغرب کی اندھی تقلید اور اس کے نتیجے میں پیدا ہونے والے مسائل سے باخبر کرنا ہے۔ انہیں مغرب کی خوبیاں تو اچھی لگتی ہیں لیکن آنکھ موند کر سب کچھ اپنا لینا اور اپنی تہذیب اور معاشرت کو بھلا دینا گوارا نہیں ہے۔ ان کے افسانوں کے موضوعات متوسط طبقے کے بہت سے مسائل کو سمیٹے ہوئے ہیں۔ سجاد حیدر یلدرم کے ہم عصر افسانہ نگاروں میں پنڈت بدری ناتھ سدرشن اس لحاظ سے اہم مقام کے حامل ہیں کہ انہوں نے پریم چند کے اسکول سے وابستہ رہ کر بھی اپنی الگ شناخت بنائی ہے۔ وہ نہ صرف کھیت مزدوروں اور کسانوں کی زندگی کی عکاسی کرنے والے افسانہ نگار ہیں بلکہ غریبوں اور مزدوروں کے دکھ درد کو انہوں نے محسوس بھی کیا ہے۔ ان کے افسانوں کا پس منظر سیاسی یا نیم سیاسی نوعیت کا ہے۔ سیاست کے علاوہ گاؤں کی رومان انگیز فضا اور وہاں کے باشندوں کی رومان پرست زندگی ہے۔ اس طرح ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ سیاست، فطرت اور رومان نے مشترکہ طور پر ان کے افسانوں کو جو شکل دی ہے وہ انہیں کے لیے مخصوص ہو گئی ہے۔ علی عباس حسینی پریم چند اور یلدرم کے ہم عصر افسانہ نگاروں میں ایک اہم مقام رکھتے ہیں۔ علی عباس حسینی کے افسانوں کا بنیادی موضوع گاؤں کے لوگوں کی سادہ زندگی اور کھیت کھلیانوں کی بوباس کے علاوہ شہری زندگی کی عکاسی اور ان کے مسائل کا عمیق مطالعہ و مشاہدہ ہے۔ ان کے افسانے فنّی اور تکنیکی لحاظ سے بے حد اہم ہیں۔ ان کا طرزِ بیان شگفتہ اور دل کش ہے۔ زبان میں سادگی، سلاست اور روانی کے ساتھ ساتھ محاورات و استعارات کا بر محل استعمال بھی ان کے افسانوں کا اہم وصف ہے۔ اب تک کے افسانہ نگاروں کی اس جماعت کا تذکرہ کیا گیا ہے جن کے افسانوں کے موضوعات قصباتی، دیہی اور شہری زندگی سے تعلق رکھنے والے رہے ہیں۔ ان کی تحریروں میں حقیقت پسندانہ، اصلاحی اور اخلاقی رنگ غالب رہا ہے لیکن اب ان افسانہ نگاروں کی طرف بھی ایک سر سری نظر ڈالی جائے جنھوں نے ارد و افسانے کو رومانی رنگ دے کر تخیل و تصور کی دنیا میں لوگوں کو سیر کرنے پر مجبور کیا۔ ایسے افسانہ نگاروں کے سپہ سالار سجّاد حیدر یلدرم ہیں ۔ انہوں نے بہت سارے افسانہ نگاروں کو رومانوی طرز اختیار کرنے پر آمادہ کیا۔ ایسے افسانہ نگاروں میں نیاز فتح پوری بے حد اہم نام ہے۔ ان کے افسانے نہ صرف سر سبز و شاداب فضاؤں میں جنم لیتے ہیں بلکہ وہیں پروان بھی چڑھتے ہیں۔ جس طرح ان کے افسانے رومانی رنگ اور رومانی میلان کو فروغ دینے والے ہیں۔ اسی طرح ان کے مجموعوں کے نام بھی رومانی میلان کی عکاسی کرتے ہیں۔ نیاز فتح پوری کے افسانوں کا اصل محور تلاش حسن اور احساس جمال ہے

لیکن اس کا یہ مطلب ہر گز نہیں کہ انہوں نے سماجی مسائل اور نفسیاتی میلانات سے بالکل آنکھ چرا لی ہے ۔ ان کے افسانوں کی مقبولیت کی سب سے بڑی اور اہم وجہ یہ ہے کہ وہ اپنی تحریروں کے سہارے ایک ایسی طلسماتی، سحر انگیز اور دلکش فضا پیدا کر دیتے ہیں کہ قاری اس سے باہر نہیں نکل پاتا۔انکے مخصوص اسلوب و طرزِ بیان کی خوبی مرصع اور رنگین الفاظ، چست بندش، برمحل استعاروں اور انوکھی ترکیبوں کا خوبصورت استعمال ہے۔

مجنوں گورکھپوری کا تعلق بھی اسی عہد سے ہے۔ وہ رومان طرزِ فکر اور اندازِ بیان کے لیے دلدادہ افسانہ نگار ہیں۔ مجنوں گورکھپوری کا سب سے بڑا کمال یہ ہے کہ انہوں نے اردو افسانے کو رومانی رجحان کے ساتھ ساتھ مغربی خیالات سے بھی روشناس کرانے میں اہم رول ادا کیا ہے۔ ان کا مطالعہ و مشاہدہ وسیع اور ہمہ گیر ہے۔ مجنوں گورکھپوری کی فنکاری کا کمال یہ ہے کہ انہوں نے عورت کے حسن کو نہ تو یلدرم کی نظر سے دیکھا ہے اور نہ ہی نیاز فتح پوری کے نقطۂ نظر سے ۔ ان کے افسانوں کے مطالعے سے پتہ چلتا ہے کہ ان کا دائرہ عمل بہت محدود ہے لیکن اس محدود دائرے میں رہ کر بھی ایسے ایسے کامیاب افسانے لکھے ہیں کہ انہیں ''اردو کا ہارڈی''کہا گیا۔یلدرم کے ہم عصر اور انہیں کے قبیلے سے تعلق رکھنے والے افسانہ نگار لطیف الدین احمد کا نام اردو افسانے کی دنیا میں غیر معمولی اہمیت کا حامل ہے۔ انہوں نے اپنی ادبی زندگی کی ابتدا نغمہ و نور کی صداؤں سے کی اور اپنے دلکش انداز بیان سے اردو افسانہ کے تشکیلی دور میں ایک ممتاز مقام حاصل کیا۔ ان کے افسانوں کی سب سے بڑی خوبی اظہار بیان کی سحرکاری ہے۔ ان کے طرزِ تحریر میں الفاظ کا توازن، موسیقیت اور شگفتگی کے ساتھ ساتھ ایک انوکھا پن پایا جاتا ہے۔ مناظر قدرت کی عکاسی پر انہیں قدرت حاصل ہے اور وہ فضا و ماحول کو بڑے دلکش انداز میں پیش کرتے ہیں۔ ان کے افسانوں کے اسلوب بیان میں تکلف اور آورد بھی موجود ہے۔ فنّی اور فکری اعتبار سے ان کے افسانوں میں کافی تبدیلی دیکھنے کو ملتی ہے۔رومانی افسانہ نگاروں کے اسکول سے وابستہ اور سجّاد حیدر یلدرم کی ہم عصر خواتین افسانہ نگاروں میں حجاب امتیاز علی کا نام اہمیت کا حامل ہے۔ وہ نہ صرف اردو کی ابتدائی خواتین افسانہ نگاروں میں ہیں بلکہ فنّی صلاحیت اور تخلیقی سرمایہ کے لحاظ سے بھی اردو افسانہ نگاری میں ممتاز مقام رکھتی ہیں۔ اردو میں رومان افسانہ نگاروں کا بنیادی مقصد تلاشِ حُسن، عورت اور اس کے لمس کے احساس و تاثر کی پیش کش رہا ہے۔لیکن حجاب امتیاز علی کے افسانے دیگر افسانہ نگاروں سے قدر ے مختلف ہیں کیوں کہ ایک طرف جہاں انہوں نے رومانی خیالات اور کائنات کے سر سبز و شاداب فضاؤں کی عکاسی کی ہے تو وہیں دوسری طرف ڈراونے اور ہیبت ناک واقعات کے اضافے سے جذبہ تحریر کو بھی اپنے افسانوں میں پیش کیا ہے۔

یلدرم کے ہم عصر افسانہ نگاروں میں اوپندر ناتھ اشک ایک اہم نام ہے۔انہوں نے اپنی ادبی زندگی کی شروعات ۶۷۔۱۹۶۶ء میں شاعری سے کی لیکن جلدہی افسانہ نگاری کی طرف متوجہ ہوئے۔ ان کی افسانہ نگاری پر پریم چند کے اثرات مرتب ہوئے ہیں۔ ان کے افسانوی مجموعوں میں ''عورت کی فطرت''، ڈاچی، کونپل، چٹان اور ناسور وغیرہ قابلِ ذکر ہیں۔

حاصلِ کلام یہ کہ اردو افسانہ یلدرم سے لے کر اپندر ناتھ اشک تک اور اشک سے موجودہ ادبی منظر نامے تک رومانی فضا اور اس کے اثرات سے چشم پوشی نہیں کرسکا۔ رومانی اثرات کے تحت جو بھی افسانے لکھے گیے ان کا مقصد صرف تفریحی نہیں رہا بلکہ اس تحریک کے زیر اثر بیشتر کہانیاں ایسی وجود میں آئیں جو زندگی کے حسن و قبح کو ظاہر کرتی ہیں اور قاری کو راہِ راست کی طرف متوجہ ہونے پر مجبور کرتی ہیں۔ مثال کے طور پر امتیاز علی تاج کا افسانہ ''صنوبر کے سائے'' کو سامنے رکھا جائے تو جہاں ایک طرف رومان پرور فضا اور اس کے اثرات اور اسے میں زن و شو کی محبت اور خلوص جاذب نظر ہے وہیں کاسنی رنگ کے گلاب نے جو غضب ڈھایا اور جو بدگمانی راہ پائی اس کی یہ افسانہ اچھی مثال ہے۔
بدگمانی سے بچنا چاہئے اور مذہب اسلام نے بھی اسے برا کہا ہے لیکن ہم چھوٹی چھوٹی باتوں پر بدگمان ہو کر اپنا خون جگرضائع کرتے رہتے ہیں اورا پنی زندگی کو خود سے تباہ کرنے کے درپے نظر آتے ہیں۔

میرے خیال میں رومانوی تحریک کے اثرات اس لیے زیادہ متاثر کن رہے اور ہیں۔ اور آج بھی قاری اسی طرح کے افسانے پڑھنا زیادہ پسند کرتا ہے جہاں جمالیات بھی موجود ہو اور اس کے ساتھ کچھ ایسی حقیقی باتیں بھی موجود ہوں جو زندگی جینے کا ہنر کہی جا سکیں۔

References حواشی ۔

۱۔ افسانے کی حمایت میں = شمس الرحمن فاروقی
۲۔ اردو افسانے ۔ تجزیے = پروفیسر حامدی قاسمی
۳۔ تحقیق نامہ = مشفق خواجہ
۴۔ سفر = رابیعہ تبسم
۵۔ تحریریں = ڈاکٹر اسلم پرویز